پروفیسر خالد شبیر احمد
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

مولانا عتیق الرحمٰن تائب رحمہ اللہ

حضرت مولانا عتیق الرحمٰن تائبؔ ردِّ قادیانیت کی تاریخ میں ایک ممتاز و منفرد نام ہے۔ جو پہلے قادیانی تھے، قبول اسلام کے بعد قادیانیت کے خلاف پورے ہندوستان میں دین اسلام کے بنیادی عقیدہ ''ختم نبوت'' کے تحفظ کے لیے ان کی انتھک محنت اور لگن کو ہم اپنے دل و دماغ کی گہرائیوں سے خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

مولانا عتیق الرحمٰن قیام پاکستان کے بعد چنیوٹ میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ ان دنوں میری عمر بارہ تیرہ برس کی ہوگی۔ مجلس احرارِ اسلام سے وابستگی نے میرے دل و دماغ میں بھی قادیانیوں کے خلاف نفرت کی آگ لگا رکھی تھی۔ میرے اور مولانا کے درمیان ملاقاتوں کا سلسلہ اسی لیے جاری رہا کہ ہم دونوں قادیانیت کے خلاف ایک ہی راہ کے مسافر اور ایک ہی منزل کے راہی تھے۔ چنیوٹ میں مجلس احرار اسلام کے نونہالوں کا الگ شعبہ اور الگ دفتر تھا۔ ہم الگ باوردی پریڈ کیا کرتے تھے اور تقریباً ڈیڑھ دوسو کے قریب لڑکے میری کمان میں تھے۔ قادیانی ۱۹۴۷ء میں جب قادیان سے پاکستان میں آئے تو سب سے پہلے وہ چنیوٹ میں ہی آ کر آباد ہوئے تھے اور ہندوؤں کے تمام مکانات انہیں عارضی طور پر دے دیئے گئے تھے۔ اس لیے قادیانیوں کے ساتھ میری اکثر لڑائیاں ہو جاتی تھیں اور میں قادیانیوں کے خلاف سرگرمیوں کی وجہ سے پورے شہر میں مشہور ہو گیا تھا۔ مولانا عتیق الرحمٰن میری ان سرگرمیوں کی وجہ سے میرے ساتھ بہت محبت سے پیش آتے اور میری تربیت کے ساتھ ساتھ قادیانیت کے بارے میں اکثر مجھے کچھ نہ کچھ بتاتے رہتے تھے۔ جس سے میرے عزم میں پختگی اور ارادوں میں استحکام پیدا ہوتا اور میں پہلے سے بڑھ کر قادیانیوں کے خلاف اپنے نوجوان ساتھیوں کے ہمراہ سرگرم کار رہتا۔ یہ سلسلہ اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ شہر کے قادیانیوں کو میرے بارے میں سوچنا پڑا۔ چنانچہ انہوں نے تبّت کے دو قادیانیوں کو میری سرکوبی کے لیے مقرر کیا۔ جس کا مجھے بھی علم ہو گیا۔ میں نے اس بات کا ذکر اپنے استاد جو مجھے فنِ کشتی کے داؤ پیچ سکھاتے رہتے تھے، ان سے کر دیا۔ وہ شہر کے مشہور پہلوانوں میں شمار ہوتے ان کا نام اللہ دتہ قصاب المعروف دتہ قصائی تھا۔ (جنہوں نے قادیانیوں کے خلاف ختم نبوت تحریک میں ایک سال قید بھی کاٹی) میرے کہنے پر ان تبّتی قادیانیوں کو جو عموماً میرے راستے میں کھڑے ہو کر مجھے گھورتے اور ڈراتے تھے ان کے سامنے اپنا گراری والا چاقو کھولا اور بآواز بلند ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تنبیہہ کی کہ اس لڑکے کو ہاتھ لگایا تو زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ اس کے بعد میں نے ان تبّتی قادیانیوں کو پورے شہر میں پھر کبھی نہیں دیکھا اور میں قادیانیت کے خلاف سرگرمیوں میں اسی طرح مصروف رہا کہ جیسے پہلے مصروف رہتا تھا۔ مولانا عتیق الرحمٰن بھی چنیوٹ محلّہ گڑھا میں ہی ایک

مکان میں مقیم تھے۔ اکثر ان سے ملتا وہ مجھے کئی باتیں بتاتے۔ امیر شریعت کے قادیان میں داخلے کے وہ عینی شاہد تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ اس وقت مجھے بھی قادیانیت کے خلاف کچھ شک سا ہونے لگا تھا میں رات کو ایک بڑا کمبل سر پر لپیٹ کر خفیہ طور پر امیر شریعت رحمہ اللہ کی قادیان والی تقریر سن آیا تھا۔ جس سے میرے دل میں قادیانیت کے بارے میں مزید اشکال پیدا ہوگئے۔ میں نے ان سے سوال کیا کہ کیا آپ پیدائشی قادیانی تھے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ''نہیں میں پیدائشی قادیانی نہیں تھا۔ بلکہ قادیان میں میرا گھر تھا بدقسمتی سے میرے والدین بہت جلد فوت ہوگئے اور میں بالکل اس وقت بے سمجھ اور کم سن بچہ تھا۔ قادیانیوں نے مجھے پالا پوسا اور میری تعلیم وتربیت کی طرف خصوصی توجہ دے کر مجھے قادیانیت کے سانچے میں ڈھال لیا۔ مجھے انہوں نے پورا مبلغ بنا کر قادیانیت کی تبلیغ کے لیے ہر طرح تیار کرلیا تھا۔ اور میں نے یہ کام بڑے جوش اور جذبے سے کیا''۔ میرے اس سوال کے جواب میں کہ آپ کے ہاتھ پر کبھی کسی مسلمان نے قادیانیت کو قبول بھی کیا یا نہیں؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ نہیں یہ اللہ کا فضل وکرم تھا کہ کسی مسلمان نے میری تبلیغ سے متأثر ہوکر قادیانیت کو قبول نہیں کیا''۔ میں نے ان سے پوچھا کہ جب آپ کے دل میں قادیانیت کے خلاف اشکال پیدا ہوئے تو پھر آپ نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ ''میں نے دیوبند ایک خفیہ خط لکھ کر ان سے قادیانیت کے بارے میں چند سوالات پوچھے تو جواب میں مجھے دیوبند سے ایک خط موصول ہوا'' کہ تم چند دنوں کے لیے دیوبند چلے آؤ سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا۔ چنانچہ میں نے قادیانیوں سے پوشیدہ دیوبند کا قصد کیا اور وہاں پہنچ گیا۔ مدرسہ میں میرا قیام تھا اور اکثر وہاں کے طالب علموں اور اساتذہ سے ملتا اور بات چیت کرتا۔ تقریباً سات روز تک میرا دیوبند میں قیام رہا۔ ان کے حسن اخلاق ان کے ادب آداب، ان کی نمازوں میں خضوع وخشوع سے دل میں یہ بات راسخ ہوگئی کہ یہ لوگ حق کے راہی اور اللہ کی پیاری مخلوق ہیں۔ یہ غلط نہیں ہوسکتے ہم قادیانی ہی غلط اور گمراہ ہیں۔ چنانچہ میں نے وہیں پر یہ فیصلہ کرلیا کہ میں قادیانیت کو چھوڑ دونگا اور اسلام قبول کرلوں گا۔ چنانچہ بعد میں میں نے خفیہ طور پر اسلام قبول کرلیا۔ اور قادیانیت سے تائب ہوگیا۔ لیکن میرے لیے مسئلہ یہ تھا کہ قادیان کے اندر میں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیسے کروں۔ اس کے لیے مجھ میں جرأت نہیں تھی۔ کیونکہ قادیان اس وقت قادیانیوں کی ایک مکمل ریاست تھی جہاں پر برطانوی حکومت کا حکم نہیں چلتا تھا۔ بلکہ مرزا بشیرالدین محمود کا حکم چلتا تھا۔ اور ان کی مخالفت سے اس لیے بھی ڈر لگتا تھا کہ وہ قتل بھی کرادیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں میری مدد کا ساماں اس طرح فراہم کردیا کہ قادیان کانفرنس ۱۹۳۴ء کے بعد مجلس احرارِ اسلام نے قادیان میں اپنا مرکز اور دفتر کھول دیا۔ اور کئی احرار کارکن سرخ وردیوں میں شہر کے اندر کھلم کھلا قادیانیوں کے خلاف یعنی ''تحفظ ختم نبوت'' کے فریضے کو سرانجام دینے کے لیے سردھڑ کی بازی لگانے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ میں نے احرار کے دفتر سے رابطہ قائم کیا اور انہیں کہا کہ میں اپنے مسلمان ہونے کا قادیان میں اعلان کرنا چاہتا ہوں مجھے اسی سلسلے میں احرار کارکنوں کی مدد درکار ہے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا آپ اعلان تو کریں آپ کی ہوا کی طرف بھی کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ ہم گھر سے یہ بات گھر والوں کو کہہ کے آتے ہیں کہ اب خدا واپس لایا تو گھر آئیں گے ورنہ قادیان میں شہادت کا رتبہ حاصل کرلیں گے۔

احرار کے جیالے کارکنوں نے میرے دل میں ایسا جذبہ پیدا کر دیا کہ میں نے قادیان میں برملا اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس دن پورے قادیان میں صفِ ماتم بچھ گئی اور میرا مسلمان ہو جانا ہر قادیانی مرد وزن کی زبان پر تھا۔ اور وہ اس سے بڑے پریشان ہوئے لیکن اب تو تیر چل چکا تھا۔ اس کے بعد میرے دل میں قادیانیوں کے خلاف کام کرنے کا جذبہ جوان ہوتا گیا۔ احرار کا میں چونکہ ذاتی طور پر ممنون تھا' اس لیے احرار کارکنوں سے احرار رہنماؤں تک رسائی کا موقع ملا امیر شریعت رحمہ اللہ کے ساتھ تعلق قائم ہوا' پھر میں نے بقیہ تمام زندگی قادیانیت کے خلاف تبلیغ میں صرف کر دی۔ اس سلسلے میں چنیوٹ کے شیوخ سے میرا رابطہ ہوا اور انہوں مجھے کلکتہ اور اس کے گردونواح میں قادیانیوں کی خلافِ اسلام سرگرمیوں کے خلاف کام کرنے پر مامور کر دیا۔ میرے خیال میں ان کا قادیان سے چنیوٹ آ کر آباد ہونے کی وجہ بھی یہی چنیوٹ کی شیخ برادری تھی جنہوں نے انہیں چنیوٹ آباد ہونے کا مشورہ دیا ہوگا۔

مولانا کی زندگی کا بنیادی وصف بہادری اور ان کا اپنے عقیدے کے بارے میں پختہ یقین تھا۔ وہ قادیانیت کے خلاف بات کرتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے کوئی مجاہد تلوار ہاتھ میں لیے میدان جنگ میں جہاد وقتال میں مصروف ہے اور دشمنانِ اسلام کی لاشیں اس کے ارد گرد بکھری پڑی ہیں۔ چائے کے ساتھ ان کی خاص رغبت پورے شہر میں مشہور تھی۔ وہ چائے' چائے کی پیالی سے نہیں بلکہ چائے کی کیتلی سے پیتے۔ اور گفتگو میں اس قدر مٹھاس اور تازگی ہوتی کہ جی چاہتا یہ شخص بولتا جائے اور ہم ہمہ تن گوش اس کو سنتے رہیں۔ ایک دفعہ طے ہوا کہ چناب نگر کے قریب جو اس وقت ربوہ کہلاتا تھا ایک قادیانی گاؤں میں جا کر جلسہ کیا جائے۔ چنانچہ مولانا سے رابطہ کیا گیا۔ مولانا اس کے لیے تیار ہو گئے۔ سارا گاؤں تقریباً قادیانی تھا۔ کچھ احرار کارکنوں کو ساتھ لے کر مولانا وہاں اکیلے ہی چلے گئے مسلمانوں کی ایک مسجد میں جلسے کا اعلان کر دیا گیا۔ اس پر وہاں کے قادیانیوں نے آ کر مولانا کو وارننگ دی کہ آپ تقریر نہ کریں ورنہ قتل کر دیں گے۔ مولانا نے جواباً کہا کہ ہم تو آپ کے ہاتھوں قتل ہو کر شہادت کا رتبہ پانے کے لیے ہر وقت تیار ہیں۔ چنانچہ جلسہ شروع ہوا۔ مولانا نے قادیانیت کے تاروپود بکھیر کے رکھ دیئے کہ اچانک اردگرد کے مکانوں سے اینٹوں کی بارش ہونے لگی۔ رضا کاروں میں کئی زخمی ہو گئے۔ خود مولانا بھی زخمی ہوئے۔ اب ان کے جسم سے خون جاری ہے لیکن مجال ہے کہ زبان دم بھر کے لیے رکی ہو۔ انہوں نے کہا کہ تم پتھر مارو مگر یہاں ہم چند مسلمان شہید ہو گئے تو پورے ملک میں انقلاب آ جائے گا اور تمہارا ملک بھر میں ناطقہ بند کر کے رکھ دیا جائے گا۔ ہمارا تعلق مجلس احرار اسلام کے ساتھ ہے اور تم جانتے ہو کہ مجلس احرار اسلام کے رضا کار موت سے نہیں ڈرتے۔ آپ کے اس اعلان کے ساتھ ہی اینٹوں کی بارش رک گئی اور مولانا زخمی حالت میں تقریر مکمل کر کے وہاں سے لوٹے۔

یہ غالباً ۱۹۴۸ء کے وسط کا واقعہ ہے کہ میں روزانہ ہاکی کھیلنے کے لیے چنیوٹ کے مشہور گراؤنڈ ''کمال گراؤنڈ'' جایا کرتا تھا۔ راستے میں تحصیل چوک کے ساتھ قادیانیوں کے تعلیم الاسلام سکول کے قادیانی طلباء تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ایک دن میں حسب معمول اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ہاکی کھیلنے جا رہا تھا تو تحصیل چوک کے قریب مجھے مولانا ملے لیکن

بڑی بُری حالت میں تھے۔ کپڑے خراب، سر کے بال بکھرے ہوئے، چہرے پر چوٹوں کے نشان۔ میں نے انتہائی پریشانی کے عالم میں ان سے پوچھا مولانا یہ کیا ہوا؟ کہنے لگے کہ قادیانی لڑکوں نے مجھے زدوکوب کیا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کب ہوا اور کیوں؟ انہوں نے جو جواب دیا' اس نے میرے تن من میں آگ لگا دی۔ ان کا جواب تھا کہ چنیوٹ میں میری پشت پر کوئی نہیں مجھے تو قادیان کے اندر بھی کسی قادیانی کو ہاتھ لگانے کی جرأت نہ ہوئی۔ آج چنیوٹ میں قادیانیوں سے مجھے مار کھانا پڑی۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آج میں تو ہاکی ان قادیانیوں کے ساتھ کھیلوں گا۔ جنہوں نے مولانا کو مارنے کی جرأت کی ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟ میرے سب ساتھیوں نے کہا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ آج ہاکی ہم بھی قادیانیوں کے ساتھ کھیلیں گے۔ ہم نے مولانا سے پوچھا کہ مارنے والے کدھر گئے ہیں انہوں نے کہا کہ وہ اپنے محلے کی طرف یعنی محلّہ گڑھا کی طرف ابھی ابھی گئے ہیں لیکن تم ان سے نہ لڑو اب جو کچھ ہوا سو ہو گیا۔ میں نے کہا کہ مولانا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ قادیانی آپ کو ماریں اور ہم خاموش رہیں اگر آج ہمیں قادیانی لڑکوں کو گھر سے نکال کر بھی مارنا پڑا تو ان شاءاللہ ہم اس سے گریز نہیں کریں گے۔ چنانچہ ہم نے ان لڑکوں کا پیچھا کیا۔ وہ سب اپنے محلّہ میں اکٹھے ہمیں مل گئے۔ مولانا ہمارے پیچھے ہمیں منع کرتے رہے لیکن ہم نے انہیں گھیرا ڈال کر ہاکیوں سے ان کی خوب پٹائی کی زخمی حالت میں وہ اپنے گھروں کو بھاگ گئے۔ ہم ان کے پیچھے بھاگے اور ان کے گھروں پر ہاکیاں مار مار کر انہیں للکارتے رہے لیکن وہ گھروں سے باہر نہ نکلے۔ مولانا نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا' مجھے گلے لگایا اور کہا کہ آج تو نے میرا کلیجہ ٹھنڈا کر دیا ورنہ میرا تو چنیوٹ میں چلنا پھرنا مشکل ہوجاتا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جب میرے ان سے اتنے قریبی تعلقات نہیں تھے۔ اس واقعہ نے انہیں میرے بہت قریب کر دیا اور ان سے اکثر ملاقاتیں ہوئیں۔ بعد میں میرے والد محترم مولانا نذیر مجیدیؒ سے بھی ان کے دوستانہ تعلقات قائم ہوئے۔ پھر ان سے ایک اور گہرا اور قریبی تعلق یہ قائم ہوگیا کہ ان کی بڑی بیٹی کا رشتہ میرے چھوٹے بھائی باقر صغیر احمد سے ہوگیا اور یوں وہ تعلق جو ابتداء میں میرے اور ان کے درمیان ردِ قادیانیت اور مجلس احرار اسلام کے حوالے سے قائم ہوا تھا۔ ایک خاندانی تعلق کی صورت میں تبدیل ہوگیا۔ احرار کے جلسوں میں اکثر وہ تقریریں بھی کرتے اور میرے ساتھ جلسوں کی منادی کرنے بھی چلے جاتے تھے۔ ایک دفعہ مجھے یاد ہے کہ میں اور مولانا دونوں حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کے جلسے کی منادی کرنے شہر میں ایک تانگے پر نکلے تو میرے منہ سے مولانا مولوی امیر شریعت نکل گیا۔ مجھے سختی سے ٹوکا اور کہا کہ خبردار امیر شریعت کو اگر مولوی کہا۔ امیر شریعت مجاہد ہیں اور مولوی اور مجاہد میں صرف ''م'' مشترک ہے۔ آخری دنوں میں ان سے ملاقات فیصل آباد کی جناح کالونی کی مسجد میں ہوئی اس وقت ان کی صحت درست نہیں تھی۔ لیکن اس ڈیڑھ گھنٹے کی ملاقات میں وہ مجھے یہی کہتے رہے کہ بیٹے قادیانیت کے خلاف جو کچھ کر سکتے ہو کر گزرو یہی ایک وسیلہ نجات ہے۔ ہمارے پلے اور کیا دھرا ہے ساری زندگی ردِ قادیانیت میں گزار دی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دن رات ایک ہی دعا کرتا ہوں کہ میرے دامن میں تو اس کام کے سوا اور کچھ نہیں' اسے قبول کرلے اور اس کام کو ہی میری بخشش اور میری نجات کا سبب بنادے۔ میں نے اس پر آمین کہا اور ان سے رخصت ہو کر

واپس آ گیا۔ یہ میری ان سے آخری ملاقات تھی۔ جس کے بعد وہ جلد ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ لیکن ان کا نام اور ان کا کام زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ یقیناً وہ تاریخ محاسبۂ قادیانیت میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں اور ہم احرار ان کے اس کام کی وجہ سے ان کے معترف ہی نہیں بلکہ ان کی عظمت کے گیت گانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ ؎

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شُد نہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

وہ عقیدۂ ختم نبوت پر لازوال ایمان رکھتے تھے اور انہیں حضور خاتم النبیین ﷺ سے والہانہ محبت تھی۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ انہوں نے قادیانی ہونے کے دوران جو کچھ دین اسلام کے خلاف کیا ہے اس کے ازالے کے لیے تن، من، دھن کی قربانی دے کر ہی سرخرو ہو سکتے ہیں۔ ''قادیانی فتنہ'' اور ''قادیانی نبی'' ان کی معروف کتابیں ہیں۔ ان کے تحریری کام کو جناب مولانا مشتاق احمد صاحب دوبارہ شائع کرانے کا ارادہ رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس نیک کام کے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا کام دین اسلام کی سب سے اعلیٰ وارفع خدمت ہے کیونکہ عقیدۂ ختم نبوت ہی دین اسلام کا مرکز ومحور ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے مقام ومنصب اور ناموس رسالت (ﷺ) کی حفاظت کا مکمل اہتمام اس وقت تک سرے سے ممکن ہی نہیں، جب تک آپ عقیدۂ ختم نبوت کے باغیوں کا مکمل اور مدلل محاسبہ نہیں کرتے۔ اسی لیے تو ہم احرار والے ہر اس شخصیت کے مداح ہیں جو اس کام میں ہمارے ساتھ تعاون کرے کیونکہ ہم نے ہی ردِّ قادیانیت کو ایک تحریک کی شکل دے کر مسلمانوں کے تعاون اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے میں مرکزی کردار ادا کیا ہے۔ ؎

عہدِ افرنگ میں اس جذبۂ بیدار کے ساتھ
گنگ لمحوں کو بھی احرار کیا ہے میں نے
دین کی صف میں گُھسے تھے جو لٹیرے کب سے
ان کو رُسوا سرِ بازار کیا ہے میں نے